آخری قسط:

'' آپریشن (سرجری) کے اقسام واحکام '' اسلام کی نظر میں

مفتی اقبال حسین صاحب

حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب کا فتویٰ:

فتاویٰ فریدیہ میں ہے:

میڈیکل کالجوں میں جسد میت پر تجربات کرنا:

سوال:...... کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میڈیکل کالجوں میں انسانی لاش اور میت پر مختلف تجربات کئے جاتے ہیں۔ اور تا آخر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دفن نہیں کیا جاتا کیا یہ جائز ہے؟

الجواب:...... انسان کا ابتذال اور تختہ مشق بنانا ناجائز ہے اگر چہ بال کیوں نہ ہو:

" **قال اللہ تعالیٰ ولقد کرمنا بنی آدم (الآیة بنی اسرائیل آیت ۷۰) وفی الھدایہ علی صدر فتح القدیر باب بیع الفاسد . ولایجوز بیع شعر الانسان ولا الانتفاع بھا لان الآدمی مکرم لا مبتذل فلایجوز ان یکون شیء من اجزائیہ مھانا مبتذلا وبمعناھا فی جمیع کتب الفتاویٰ).**

لہٰذا انسان کے بدن پر تجربات کرنا حرام ہوگا تجربہ ربڑ یا پلاسٹک سے بنے ہوئے اعضاء پر بھی ہوسکتا ہے۔

(فتاویٰ فریدیہ جلد ۳ ص ۳۳۲)۔

حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

(ج)...... اور انسانی جسم واعضاء کی قطع وبرید کر کے طب جدید کے تعلیمی وتجرباتی فائدے حاصل کرنا بھی جائز نہیں کیوں کہ یہ تکریم واحترام کے خلاف ہے۔

(د)...... انسانی جسم واعضاء کے ذریعہ تداوی اور علاج بھی جائز نہیں ہے۔

(ہ)...... جب انسانی جسم واعضاء کی قطع وبرید کر کے علاج ومعالجہ جائز نہیں تو اس کا موقوف علیہ (تعلیم) بھی انسانی جسم کی چیر پھاڑ کر کے ناجائز ہوگی۔ البتہ صرف چند مخصوص صورتوں میں انسانی جسم کی قطع وبرید جائز ہے۔

(انسانی اعضاء کی پیوندکاری اور اس کے شرعی احکام ص ۳۵ ط اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری کراچی)۔

جو لوگ طبی ضرورت کے لئے مردہ کی لاش کی چیر پھاڑ کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے بعض دلائل اور ان کے جوابات ہم ذکر کرتے ہیں۔ بعض علماء نے تعلیم کو ضرورت قرار دے کر طبی مشق کے لئے مردہ کی چیر پھاڑ کو جائز قرار دیا ہے اس بارے میں تفصیلی فتوی اور اس کا جواب ملاحظہ ہو:

سوال:...... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہسپتال وغیرہ سے لاوارث مسلم نعش عمل جراحی کے لئے میڈیکل کالج میں بھیجی جاتی ہے، اب اس کے متعلق سوال یہ ہے:

(۱)...... مسلم نعش پر شرعا کسی حالت میں عمل جراحی جائز ہے یا نہیں؟

(۲)...... اور اگر کسی خاص صورت میں جائز بھی ہو تو میڈیکل کالج میں تعلیمی ضرورت کے لئے مسلم نعش پر عمل جراحی جائز ہوگا؟

الجواب:...... مسلم نعش پر عمل جراحی بعض حالات میں شرعا جائز ہے مثلا کوئی عورت مرجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ اور متحرک ہو تو تمام فتاوی میں یہ تصریح ہے کہ اس کے پیٹ کو بائیں جانب سے چیر کر بچہ کو نکال لیا جائے۔

درمختار میں ہے: " حامل ماتت وولدها حي يضطرب شق بطنها من الايسر ويخرج ولدها "

(درمختار بحاشيه رد محتار جلد ۱ ص ۶۲۱)

نیز ایسی صورت میں بھی عمل جراحی جائز ہے جبکہ مرنے والی کے پیٹ میں کوئی چیز متحرک معلوم ہو اور لوگوں کی رائے یہ ہو کہ

یہ متحرک بچہ ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے: " وفی التجنیس من علامة النوازل امرأة حامل ماتت واضطرب فی بطنها شیء وان کان رأیهم انه ولد حی شق بطنها " .(فتح القدیر جلد ۲ ص ۱۰۲ قبیل باب الشهید).

مطلب یہ ہے کہ ہر دو صورت میں بچہ زندہ ہونے کا یقین ہو یا بچہ زندہ ہونے کا ظن ہو، مردہ نعش کو چاک کرنا جائز ہے، نیز ایسی صورت میں بھی مردہ نعش پر عمل جراحی کرنا جائز ہے کہ کوئی شخص کسی کا روپیہ نگل جائے اور مر جائے۔

درمختار میں ہے: " ولو بلع مال غیره ومات هل یشق قولان ولاولیٰ نعم فتح وفی الشامیه (قوله والاولیٰ نعم) لانه وان کان حرمة الآدمی اعلیٰ من صیانة المال لکنه ازال احترامه بتعدیه کما فی الفتح : ومفاده انه لو سقط فی جوفه بلا تعد لا یشق اتفاقا (الدرالمختار جلد۵ ص ۶۶۲)۔

" وفی البیری عن تلخیص الکبریٰ: لو بلع عشرة دراهم ومات یشق وافاد البیری عدم الخلاف فی الدراهم والدنانیر " . (ردالمختار جلد ا ص ۱۲۳)۔

ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مردہ لاش پر بحالت ضرورت عمل جراحی جائز ہے۔

(۲)...... میڈیکل کالج میں تعلیمی ضرورت کے لئے نعش پر عمل جراحی کرنا جائز ہوگا، اس لئے کہ آئین اسلام کا ضابطہ ہے کہ دو ضرروں میں سے اگر ایک ضرر دوسرے ضرر سے اعظم ہو تو اشد ضرر کا اخف ضرر کے ذریعہ ازالہ کیا جائے گا، جس کی ایک مثال مردہ عورت کے پیٹ کا بچہ نکالنے کے لئے چیرنا ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے:

" لو کان احدهما اعظم ضررا عن الآخر فان الاشد یزال بالاخف "۔(جلد ا ص ۱۲۲)۔

اس کے بعد اس کی مثالوں میں سے بہت سی مثالوں کے ساتھ مذکورہ بالا مثال کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

" ومنها جواز شق بطن المیتة لاخراج الولد اذا کانت ترجیٰ حیاته وقد امر به ابوحنیفةرحمه الله تعالیٰ فعاش الولد کما فی الملتقط " . (حواله بالا) .

میڈیکل کالجوں میں چند مردوں کی نعش پر عمل جراحی کے باعث چونکہ سینکڑوں زندہ مریضوں کی جان بچتی ہے، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ایک بچہ کی جان بچانے کے لئے ایک نعش پر عمل جراحی بلا اختلاف جائز ہو اور سینکڑوں جانیں بچانے کے لئے چند

نعشوں پر عمل جراحی جائز نہ ہو:

" هذا ما عندی فان اصبت فمن الله وان اخطات فمنی ومن الشیطن "

علماء کرام کے لئے قابل غور بات یہی ہے کہ عدم تعلیم سینکڑوں جانوں کی ہلاکت کا موجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر موجب ہوگا تو یہ ضرر بمقابلہ چند نعشوں کے اعظم اور اشد ضرر ہے یا نہیں؟

میرا خیال ہے کہ بمقابلہ چند نعشوں کے سینکڑوں جانوں کی ہلاکت اعظم اور اشد ہے: لہٰذا الاشباہ کی تصریح کی بناء پر آئین اسلام کی رو سے اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا ہے کہ میڈیکل کالج میں نعش پر جو عمل جراحی کیا جاتا ہے وہ شرعاً جواز کے اندر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

منت اللہ رحمانی خانقاہ رحمانی مونگیر

الجواب صحیح:

علم جراحی مسلمانوں کے لئے حاصل کرنا لازمی اور ضروری ہے اور ادھر یہ قاعدہ بھی ہے، الضرر یزال اور الضرر تبیح المحذورات۔ پس ضرورت اور مجبوریوں کی وجہ سے یہ عمل جراحی جائز ہے چنانچہ مجیب لبیب نے توضیح کی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند ۷۶/۱/۲۹

الجواب صحیح:

والمجیب نجیح خط کشیدہ عبارت تو بہت ہی مضبوط دلیل ہے اور آیت کریمہ:

" ولکم فی القصاص حیوٰة یا اولی الالباب "

اور آیت قتال کے اشارے بھی اس طرف ہیں۔

واللہ اعلم

احقر نظام الدین دارالعلوم دیوبند

الجواب باسم ملہم الصواب:

نظام الفتاویٰ کا جواب صحیح نہیں، تعلیمی ضرورت کو اخراج ولد پر قیاس کرنا بوجوہ ذیل باطل ہے۔

(۱)...... شق بطن ولادت کا ایک متبادل طریقہ ہے جو اس زمانے میں عام ہے، اس میں انسان کی بے حرمتی کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

(۲)...... اخراج ولد کے لئے شق بطن عارض ہے، اس کے بعد میت کو احترام کے ساتھ دفن کر دیا جاتا ہے اور میڈیکل کالج میں ہمیشہ کے لئے تختہ مشق بنایا جاتا ہے۔

(۳)...... اخراج ولد میں جان بچانے کا عمل ہو رہا ہے اور کالج میں جان بچانے کے طریقوں کی تعلیم ہوتی ہے، فی الحال جان نہیں بچانے کا عمل نہیں ہو رہا۔ جان بچانے کے عمل اور اس کی تعلیم میں فرق ہے مثلاً جان بچانے کے لئے حملہ آور کو قتل کرنا جائز ہے مگر جان بچانے کا طریقہ سیکھنے کی غرض سے جائز نہیں ہے۔

(۴)...... اسباب کی دو قسمیں ہیں، ایک یہ کہ اس پر مسبب وثمرہ کا ترتب عادۃ متیقن ہے اور ترک اسباب سے ہلاکت کا یقین ہے جیسے کسی کو آگ یا سیلاب یا کنویں وغیرہ سے نکالنا یا کسی درندہ کی گردت سے بچانا ان صورتوں میں جان بچانے کے اسباب اختیار کرنا فرض ہے اور ان کا ترک حرام ہے۔ اخراج ولد بھی اسی قسم کا سبب ہے۔

اسباب کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس پر نتیجہ کا ترتب ضروری نہیں اور ان کے ترک سے موت متیقن نہیں۔

ایسے اسباب کا اختیار کرنا لازم نہیں اور ان کے ترک پر کوئی گناہ نہیں، علاج الامراض اسی قسم میں داخل ہے، سینکڑوں واقعات کا مشاہدہ ہے کہ علاج سے مرض مزید بڑھ گیا یا مریض ہلاک ہوگیا اور کئی مریض بدوں علاج ہی تندرست ہوگئے۔ اسی لئے اس پر اتفاق ہے کہ علاج کرانا فرض نہیں ہے، اگر کوئی ترک علاج کے نتیجے میں مرجائے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں، اگر علاج کرانا فرض ہوتا تو جہاں مرض کا صرف ایک سپیشلسٹ ہو اس کے لئے علاج کی اجرت لینا حرام ہوتا پھر مسئلہ زیر بحث میں تو علاج بھی نہیں، علاج کی تعلیم ہے۔ " وشتان بینهما کما قد منا "

(۵)...... بچے کی جان بچانے کے لئے میت کے شق بطن کی صورت متعین ہے دوسری کوئی صورت ممکن نہیں اس کے برعکس تعلیم کے لئے دوسری کئی صورتیں بسہولت اختیار کی جاسکتی ہیں مثلاً:

(۱)...... اسکریننگ مشین کے ذریعے زندہ انسان کے اندرونی اعضاء اور جسمانی ساخت کا تفصیلی معاینہ کیا جاسکتا ہے۔

(۲)...... حیوانی ڈھانچوں سے کام لیا جاسکتا ہے بالخصوص ڈارون کے نظریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بندر اور انسان کے اعضاء میں یکسانیت ہے۔

(۱)...... پلاسٹک کے انسانی ڈھانچے مع اندرونی اعضاء کے بیرونی ممالک میں بن رہے ہیں، ان کو استعمال کیا جاسکتا ہے، اور مجسمہ رکھنے کے گناہ سے بچنے کی یہ تدبیر ہوسکتی ہے کہ ڈھانچے کے اعضاء علیحدہ کر کے رکھے جائیں، بوقت ضرورت بقدر ضرورت ایک عضوء کو دوسرے عضوء سے ملایا جاسکتا ہے۔

(روزنامہ مشرق ۲۵ دسمبر ۱۹۶۷ء بمطابق ۲۲ رمضان ۱۳۷۷ھ میں یہ خبر شائع ہوئی ہے)۔

برطانوی فرموں میں مصنوعی مسالے سے تیار کیا ہوا انسانی ڈھانچہ بنایا گیا ہے، اس ڈھانچے کو برطانوی فرموں نے سام کا نام دیا ہے، ڈھانچہ اب بھی کئی تعلیمی ادارے منگواتے ہیں، لیکچر دینا ہو تو یہی مصنوعی سام استعمال ہوتا ہے، پورے انسانی مصنوعی قد کا سام پانچ ۵ فٹ ۷ انچ ہوتا ہے اور اس کی قیمت ۳۸ پونڈ ۹ شلنگ ہے، جسم کے اندرونی اعضاء بھی ''سرکی سائنٹیفیک پلاسٹک ملیٹڈ'' تیار کرتی ہے، مصنوعی دل کی قیمت ۱۳ پونڈ ۳ شیلنگ، مصنوعی دماغ کی قیمت ۱۱ پونڈ ۱۰ شلنگ مقرر ہے۔

یہ کمپنی کان بھی تیار کرتی ہے جن کی قیمت ۱۰ پونڈ ہے، اس مصنوعی کان کے پردوں میں آواز ٹکرانے کے بعد اسی طرح لہریں نمودار ہوتی ہیں، انسان کے سانس لینے کا نظام بھی طلبہ کے استفادہ کے لئے مصنوعی بنایا جاتا ہے، جس کی قیمت ۱۷ پونڈ ۱۵ شیلنگ ہے، اس مصنوعی سانس لینے والے انسان پر جان بچانے کے طریقے کی مشق آسانی کے ساتھ کی جاسکتی ہے، کیونکہ اس کے مصنوعی پھیپھڑے اسی طرح کام کرتے ہیں جس طرح انسانی پھیپھڑے کرتے ہیں۔

مجیب نے دوسرا قیاس اخراج ولد کے لئے جواز شق بطن پر کیا ہے حالانکہ اس کا بطلان خود جزئیہ مذکورہ میں تعلیل جواز:

'' لانہ وان کان حرمۃ الآدمی اعلیٰ من صیانۃ المال لکنہ ازال احترامہ بتعدیہ ''

سے ظاہر ہے۔ اشباہ کے کلیہ سے بھی استدلال صحیح نہیں، حفظ احترام کے مقابلہ میں حفظ جان اگرچہ مقدم ہے، مگر یہاں احترام کے مقابلہ میں حفظ جان کا عمل نہیں، بلکہ اس کے طریقہ کی تعلیم ہے، خود علاج ہی سببیت کی قسم ثانی ہے، اور یہاں تو علاج بھی نہیں ہو رہا، بلکہ علاج کی تعلیم دی جارہی ہے، اس پر حرمت انسان کو بھینٹ چڑھانا جائز نہیں۔ اگر مجیب کے نظریہ کے مطابق صورت زیر بحث میں حفظ احترام اور حفظ جان کا تقابل تسلیم کرلیا جائے تو کالجوں میں لاوارث ڈھانچوں کی کمی کی صورت میں وارثوں پر فرض ہوگا کہ اپنے رشتہ داروں کی لاشیں دفن کرنے کی بجائے کالجوں میں پہنچائیں، بصورت انکار حکومت پر فرض ہوگا کہ رشتہ داروں

سے لاشیں جبراً چھین کر کالجوں میں مہیا کرے، اور اگر بوقت ضرورت کوئی لاش دستیاب نہ ہو تو قبرستان سے مردے اکھاڑ کر کالج کی ضرورت پوری کرے۔

تحقیق سے ثابت ہوا کہ کالج میں لاوارث لاشوں کی بہت کمی ہے، لھذا اب بزعم مجیب جان بچانے کا فرض ادا کرنے کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ وارثوں سے جبراً مردے وصول کئے جائیں۔

یہ ظلم صرف لاوارث لاشوں کے ساتھ مخصوص کیوں ہے جبکہ درحقیقت کوئی لاش لاوارث نہیں، اس لئے کہ کسی کا نسبی وارث نہ ہو تو اس کا کفن دفن حکومت وعامۃ المسلمین پر فرض ہے اور یہی اس کے ولی ہیں۔

حکومت کا کوئی فرد اپنے رشتہ دار کی لاش دینے کو تیار نہیں تو دوسری لاش جس کی شرعی ولایت اور دفن کا فریضہ حکومت کے ذمہ ہے اس کی بے حرمتی کی اجازت کیوں دے دیتی ہے؟

کالجوں میں زیر تعلیم طلبہ کی بنسبت لاشوں کی غیر معمولی کمی کے ثبوت سے یہ ثابت ہو گیا کہ لاش کے بغیر بھی ڈاکٹری کی تعلیم مکمل ہو سکتی ہے۔

تعلیمی اداروں میں انسانی لاشوں کی بڑھتی ہوئی مانگ اور لاشوں کی منڈی میں غیر معمولی تیزی دیکھ کر انسانی درندے اور جرائم پیشہ لوگ انسانوں کو قتل کر کے ان کی لاشیں منڈی میں فروخت کرنے کا کاروبار شروع کر دیں گے، ان کے لئے یہ بہت ہی نفع بخش تجارت ہوگی، کوئی اور شکار ہاتھ نہ لگا تو انہی اداروں کا عملہ، طلبہ، اساتذہ، اور سربراہ کام لائے جا سکتے ہیں، ایسی ترقی کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں:

" وھو العاصم ولا ملجاء ولا منجاء الا الیہ " .

(احسن الفتاویٰ جلد ۸ ص ۳۳۹).

اس لئے طبی تعلیم کے حاصل کرنے کے لئے مشق مردہ کی لاش پر کرنے کے بجائے مندرجہ ذیل متبادل طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں۔

(۱)...... آپریشن کرتے وقت نئے طلباء کو معاینہ کے لئے پاس کھڑا کر لیا جائے اور ساتھ ساتھ ان کو بتایا جائے ورنہ بعد میں تفصیل بیان کر دی جائے۔

(۲)...... پلاسٹک اناٹومی سے بھی کام لیا جا سکتا ہے۔

(۳)...... آج کل مصنوعی اعضاء بھی ملتے ہیں ان سے بھی استفادہ کیا جائے۔

(۴)...... ایک آسان طریقہ انٹرنیٹ کے ذریعے باہر ممالک ہونے والے آپریشن اور انسانی جسم پر ہونے والی تحقیق طلباء وطالبات کو دکھائی جاسکتی ہے جبکہ آج کل تو اس کی سی ڈیز بھی آسانی سے مل جاتی ہیں جس میں انسانی اعضاء کی مکمل تفصیل موجود ہوتی ہے۔

(۵)...... اسی طرح حلال جانوروں پر بھی تحقیق کی جاسکتی ہے خصوصا بندر پر جس کے اعضاء اکثر انسانی اعضاء کے مشابہ ہوتے ہیں۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ طبی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مردہ کی لاش پر مشق کرنا ناجائز اور حرام ہے مشق کے لئے متبادل طریقوں کو اختیار کیا جائے میڈیکل سیکھنا ایک مستحسن امر ہے یعنی مباح ہے فرض یا واجب نہیں ہے جس کے ترک سے انسان گناہ گار ہوجائے اور انکار سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے اور نہ ہی مریض پر علاج کرانا فرض ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"مرض او رمد حتی مات لا یکون اثماً" . (فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ ص).

کوئی شخص بیمار ہوا یا اس کی آنکھوں میں درد ہوا تو اس نے علاج نہ کروایا حتی کہ مرگیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

معلوم ہوا کہ علاج کرانا فرض یا واجب نہیں ہے جب علاج بذات خود فرض یا واجب نہیں ہے تو اس کی تعلیم بھی فرض یا واجب نہیں ہوگی۔

فائدہ:...... اگر چہ مذکورہ فتوی پر مفتی نظام الدین صاحب کے دستخط ہیں اور اس جواب کی تصحیح بھی کی ہے لیکن مفتی نظام الدین صاحب نے بعد میں اس سے رجوع فرمالیا تھا جیسا کہ نظام الفتاویٰ منتخبات جلد اص ۲۱۲ پر ان کا نیا فتویٰ عدم جواز کا موجود ہے۔

سرجری برائے ولادت:

وہ سرجری جس میں بذریعہ آپریشن بچے کو اس کے ماں کے پیٹ سے نکالا جاتا ہے، خواہ وہ بچہ کامل الخلقت ہو یا ناقص

الخلقت ہوایک حدیث میں اس آپریشن کی پیشن گوئی دی گئی ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جس میں ولادت کے وقت عورت کا پیٹ چیرا جائے گا مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

" انه قال لتوخذن المرأة فليبقرن بطنها ثم ليوخذن مافی الرحم فلينبذن مخافة الولد ".

(رواہ مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ امام مہدی کے دوست ودشمن ص ۳۱) ۔

ضرور عورت کو پکڑا جائے گا، پھر اس کا پیٹ چاک (آپریشن کے ذریعے) کیا جائے گا، اس کے بعد جو کچھ رحم میں ہوگا اس کو لے لیا جائے گا، لڑکا ہونے کے خوف سے اس کو نکال پھینکا جائے گا۔

اس سرجری کی دو قسمیں ہیں۔

حالت ضروریہ:

یہ وہ حالت ہے جس میں بچہ یا حاملہ دونوں میں سے کسی ایک کی جان خطرے میں ہو اگر آپریشن نہ ہوا تو دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے گا ایسی حالت میں آپریشن کرنا جائز ہے جیسے حاملہ کی وفات کے بعد اگر جنین زندہ ہو تو اس حالت میں بذریعہ آپریشن بچہ کا نکالنا جائز ہے۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

سوال:...... زید کی بیوی کا بچہ ہونے والا ہے اور ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق چند منٹ کے بعد ہی تولد ہونے کی امید ہے ٹھیک اسی وقت زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا ڈاکٹر کی رائے ہے کہ چونکہ بچہ پیٹ میں زندہ ہے اس لئے دس منٹ کے اندر آپریشن کر کے نکال لینا چاہئے جبکہ زید کی رائے یہ ہے کہ چونکہ بیوی کا انتقال ہو چکا ہے اور انتقال کے بعد کسی بھی قسم کا آپریشن کرنا حرام ہے۔ آیا بچہ کو زندہ آپریشن کے ذریعہ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:......

اگر بچہ زندہ ہو تو آپریشن کر کے بچہ کو نکال لیا جائے (یعنی جائز ہے)۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۸ ص ۲۸۸ مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ ط جامعہ فاروقیہ کراچی)۔

• حالت حاجیہ:......

یہ وہ حالت ہے کہ طبعی طور پر بچہ کی ولادت متعذر ہونے کی وجہ سے بطریق سرجری (آپریشن) بچہ نکال لیا جاتا ہے، اس طرح نہ کرنے کی صورت میں بچہ یا حاملہ کی ہلاکت کا خوف ہوتا ہے، اس حالت کا حکم ڈاکٹر کی تقدیر رائے پر موقوف ہے اگر ڈاکٹر کو عورت کے ولادت طبعی کی مشقت برداشت نہ کرنے یا پھر بچہ کو ضرر لاحق ہونے کا گمان غالب ہو تو اس صورت میں بچہ کو بذریعہ آپریشن نکالنا جائز ہے اور اگر ڈاکٹر کا غالب گمان اس کے برعکس ہو تو سرجری کرنا جائز نہیں۔

اگر ایسی صورت ہو کہ بغیر آپریشن کے ولادت کی صورت میں ماں کی جان کو تو خطرہ نہ ہو لیکن بغیر آپریشن کے بچہ معذور پیدا ہونے کا خطرہ ہو تب بھی ایسا آپریشن کرنا جائز ہے چنانچہ ایسے بہت سارے کیس آئے ہیں کہ بغیر آپریشن ولادت تو ہو جاتی ہے لیکن بچہ ساری عمر کے لئے ذہنی معذور رہتا ہے اس لئے ایسی صورت حال میں ڈاکٹر کی رائے پر عمل کرنا بہتر ہوگا۔

عورت کے شکم میں بچہ مر جائے تو اس کو نکالے یا نہیں:

سوال:...... اگر حاملہ عورت کے شکم میں بچہ مر جائے تو عورت کو بچانے کے لئے بچہ کو کاٹ کر کے نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:...... بچہ کی موت کا پورا یقین ہو اور عورت کی انتقال کا خوف ہو تو عورت کی جان بچانے کی خاطر بچہ کو کاٹ کر نکالنا جائز ہے، بچہ زندہ ہو تو کاٹنا جائز نہیں ہے۔(فتاوی رحیمیہ جلد ۱۰ص ۱۸۵ ط دارالاشاعت کراچی ۲۰۰۳)۔

بچہ پیدا نہ ہوتا ہو تو آپریشن کے ذریعے کاٹ کر نکالنا:

اگر عورت کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو اور پیدائش نہ ہو رہی ہو تو آپریشن کے ذریعے اگر بچہ پیدا ہو سکے تو آپریشن کر کے بچہ پیدا کرایا جا سکتا ہے، لیکن اگر ڈاکٹر کہیں کہ اگر بچہ بچہ زندہ حالت میں پیدا کرایا جائے گا تو ماں کی زندگی کو خطرہ ہے، اس لئے بچہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکال لیا جائے، تو زندہ بچہ کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ کیا ضروری ہے کہ ماں اس صورت میں یقینی طور پر زندہ رہ جائے اس لئے بچہ کی زندگی ختم کر کے ماں کی زندگی بچانا صحیح نہیں ہے، حتی الامکان دونوں کی زندگی بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اگر بچہ پیٹ میں مر جائے اور ماں زندہ ہو اور انجکشن دواء سے باہر نہ آرہا ہو تو آپریشن کر کے وہ نکالا جا سکتا ہے، اس لئے کہ اس صورت میں ماں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ یقینی ہے۔

قال فی درمختار:

"حامل ماتت وولدها حی یضطرب شق بطنها من الایسر ویخرج ولدها ولو بالعکس وخیف علیٰ الام قطع واخرج لو میتاً والا لا "

(درمختار جلد۳ص۱۷۱باب مطلب فی دفن المیت ط مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) ۔

" وقال العلامہ الشامیؒ تحت قولہ (والا لا)أی لو کان حیا لایجوز تقطیعہ لان موت الام بہ موھوم فلا یجوز قتل الآدمی حی لامر موھوم " (حوالہ بالا) ۔

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:

سوال:...... عورت حاملہ ہے بچہ تولد نہیں ہوتا ڈاکٹرنی کہتی ہے کہ بچہ کو ماں کے پیٹ میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالے تو عورت کی جان بچ سکتی ہے، تو ایسی صورت میں بچہ کو کاٹے یا نہیں؟

الجواب:...... بچہ زندہ ہو تو کاٹنے کی شرعاً اجازت نہیں، بچہ کٹنے پر ماں کی زندگی کی گارنٹی کون دے سکتا ہے، لھٰذا آپریشن کر کے دونوں کی زندگی بچانے کی کوشش کی جائے زندگی خدا کے قبضے میں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۱۰ص ۱۸۵ط دارالاشاعت کراچی)۔

کفایت المفتی میں ہے:

زندہ بچے کو نکالنے کے لئے پیٹ ماں کا چیر کر نکالنا جائز ہے کیونکہ ایسے آپریشن کامیابی سے ہو جاتے ہیں اور ماں اور بچہ دونوں زندہ رہتے ہیں مگر زندہ بچے کا کاٹ کر نکالنا جائز نہیں ہے، بچہ پیٹ میں مرگیا ہو تو اس کو کاٹ کر نکالنا جائز ہے۔

(کفایت المفتی جلد۹ص ۱۵۱مفتی محمد کفایت اللہ دھلویؒ ط دارالاشاعت کراچی)۔

عورت مرجائے اور بچہ پیٹ میں زندہ ہو اس کو نکالنا:

سوال:...... ایک عورت حاملہ ہے لیکن وضع حمل سے چند روز قبل عورت کا انتقال ہو جاتا ہے تو بچہ کے متعلق کیا حکم ہے، کیا ماں کے پیٹ سے بچہ کو نکالا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:......

عامۃً جب حاملہ کا انتقال ہوجاتا ہے تو بچہ پیٹ میں مرجاتا ہے زندہ نہیں رہتا لیکن اگر قرائن سے معلوم ہو کہ بچہ زندہ ہے تو فوراً آپریشن کرکے نکال لیا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۸ ص ۲۸۹ ط جامعہ فاروقیہ کراچی) ۔

(تمت بالخیر)

......☆☆☆☆☆......